

☆ — حضرت العلامة مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی



دوامِ حدیث

حجّت حدیث

ترجمہ محمد عیسیٰ

پر

قرآنی دلائل اور چند شبہات کا ازالہ



حدیث اگرچہ قرآن کا بیان ہے

اس وجہ سے اس کی اطاعت قرآن کی اطاعت میں مندرج ہے۔ مگر جب ایک مسئلہ حدیث سے ثابت ہو جائے تو اس کے بعد سوچنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن میں یہ مسئلہ ہے یا نہیں اس لحاظ سے قرآن کے بعد حدیث اثبات احکام میں مستقل درجہ رکھتی ہے۔ اور نہ وہاں یہ احتمال ہے کہ شاید آپ نے غلطی کی ہو کیونکہ جس مسئلہ میں وحی الہی نے رسول کی تردید نہیں کی وہ قرآن کی طرح من جانب اللہ ہے اولی الامر کی باتوں میں باوجود اس کے کہ وہ ساری عمر ایک بات پر اڑے رہیں غلطی کا احتمال قائم رہتا ہے۔ دوسرا مسئلہ مرکز ملت کے قانون کا ہے۔ مرکز ملت کے آئین کے دوسرے حصے ہیں ایک قرآن دوسرا حدیث۔ قرآن کے متعلق تو مسکین حدیث تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے احکام اصولی ہوں یا فراموشی دہی دقتی نہیں۔ مگر خدا کی اطاعت بھر بھی مرکز ملت

کی اطاعت مانتے ہیں۔

حدیث کی جزئیات کو وقتی کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ جزئیات ان کلیات سے نکالی گئی ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں مگر ان کے نکلنے میں اس زمانہ کے مخصوص تقاضا کو بھی دخل ہے جس میں وہ جاری کی گئیں جب زمانہ بدل گیا تو اس وقت زمانہ حاضر کے تقاضے کے مطابق اور جزئیات قرآنی کلیات سے نکال کر نافذ کرنی چاہئے۔

ان کے دماغ میں یہ چیز نہیں آتی کہ جزئیات یا کلیات کا دائمی یا وقتی ہونا صرف لکھ دینے یا نہ لکھ دینے سے نہیں ہو سکتا! یعنی یہ بات غلط ہے کہ کلیات اور جزئیات کو اگر لکھ لیا جائے تو وہ کلیات اور جزئیات دائمی بن جاتی ہیں اور نہ لکھا جائے تو وقتی ہو جاتی ہیں کیونکہ وقتی اور دائمی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان کا پورا فائدہ ختم ہو چکا ہے یا باقی ہے اور اس میں لکھنے نہ لکھنے میں فرق نہیں آتا کیونکہ افادہ کا اختتام یا بقایا ایک نفسی الامری امر ہے لکھ کر محفوظ رکھے یا نہ لکھ کر غیر محفوظ چھوڑنے کے ساتھ متعلق نہیں جو چیز یقیناً محفوظ ہو اگر اس کا فائدہ ختم ہو چکا ہو تو وہ چیز وقتی ہی ہوتی ہے منکرین حدیث بھی اس کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ مقام حدیث میں لکھتے ہیں ”ہذا اگر یہ کسی طرح ثابت بھی کر دیا جائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے تو بھی اس سے مفہوم یہ ہو گا کہ حضور کے زمانہ مبارک میں دین کے فلاں گوشہ پر کس طرح عمل کیا گیا تھا۔ اگر ہمارے زمانے کا مرکز حکومت قرآنی سمجھے کہ اس عمل میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہیں تو اسے علی حالہ رائج کر دے اور اگر سمجھے کہ ہمارے زمانے کے اقتضات اس میں رد و بدل چاہتے ہیں تو اس میں رد و بدل کر دے“ صفحہ ۶۶-۶۷ مقام حدیث

پس جب یہ بات مسلمہ ٹھہری کہ کسی چیز کے محفوظ مکتوب ہونے یا نہ ہونے اسی طرح یقینی اور غیر یقینی ہونے سے دوام یا وقتی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ایک وقتی چیز یقینی اور مکتوب ہو سکتی ہے۔ اور ایک دائمی چیز ظنی اور غیر مکتوب ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ حدیث ظنی ہیں اس لئے وقتی ہیں قرآن یقینی ہے اس لئے

ایک

ان میں

لحدیث

ی

لی باتوں

ہے

یقینی ہیں

یہ اس

کریمت

دائمی ہے۔ بلکہ ان کو اس طرح کہنا زیادہ موزوں ہو گا کہ قرآنی احکام خواہ کلیت ہوں یا جزئیات ہر زمانہ کے تقاضا کے مطابق ہیں اور حدیثی احکام خواہ کلیت ہوں یا جزئیات ہر زمانہ کے اقتضات کے مطابق نہیں مگر یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اس کے لئے دلائل کی ضرورت ہے اور دلائل اس کے خلاف موجود ہیں کیونکہ قرآن وحدیث دونوں میں دائمی اور وقتی احکام موجود ہیں۔ چند مثالیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک مثال اہل قرآن اور ان کے ہم نوا لوگوں کے مذاق کے مطابق ہے ذکر کی جاتی ہے۔ اگرچہ ہم اُسے صحیح نہیں سمجھتے۔

رہا سود، کہ قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی حرمت ایک تکمیلی حکم ہے یعنی مکرم اخلاق کی جنس سے ہے۔ یہ مسئلہ ضروری مقاصد سے نہیں۔ کیونکہ ضروری مقاصد وہ ہیں جن پر عمل کرنے سے جان، مال، دین، عقل، عزت اور نسل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سود کی حرمت پر نہ عمل کرنے سے ان مذکورہ چیزوں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی نہ جان کے ضیاع کا خطرہ ہے نہ مال کے فنا ہونے کا ڈر، نہ اعتقادات کے بگڑنے کا اندیشہ نہ نسل میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ نہ عقل پر عثر آتا ہے، نہ عزت برباد ہوتی ہے۔

اور یہ مسئلہ (حرمت سود کا) اس لئے بھی نہیں کہ اس سے ضروری مقاصد میں کچھ سہولت پیدا ہوگی ہر جیسے رخصت میں ہوتا ہے کہ اس سے حرج یعنی تنگی اٹھ جاتی ہے کیونکہ اس میں رخصت نہیں بلکہ پابندی ہے۔

پس یہ مسئلہ (حرمت سود کا) ایک تکمیلی حکم ہے جو مکرم اخلاق کے قبیل سے ہے پس اس وقت جبکہ تمام غیر مسلم ممالک سودی کاروبار کے جال میں گرفتار ہیں اور موجودہ حالت میں اگر حرمت سود کو حکومت پاکستان اپنے بنک میں اور دوسرے ممالک کے تبادلہ میں فوری طور پر نافذ کرے تو حرج واقع ہو گا جیسا کہ پاکستان کے لوگ محسوس کر رہے ہیں۔ اور بعض علماء بھی اس حد تک ان کے ہم نوا ہیں کہتے ہیں کہ ایک مدت تک سودی لین دین کو برقرار رکھا جائے یہاں تک کہ پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور اس کی مالی سہولتیں مضر ہو جائے اور بین الاقوامی مقام حاصل ہو جائے

اور آپ لوگ بھی انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر سودی لین دین (جو نبص قرآن حرام ہے) ایک مدت جائز قرار دیا جائے تو اس صورت میں ایک قرآنی حکم بھی وقتی ہو گا جو باقتضات زمانہ بدل سکتا ہے۔

اب دوسری مثال مسنے مضموع یعنی شراب نبص قرآن حرام ہے اور اس کی حرمت سود کی حرمت کی طرح منصوص قطعی لکھی ہوئی ہے مگر آج کل چونکہ یورپ کی بہت سی ادویہ میں روح الحمز (اسپرٹ) کا استعمال ہوتا ہے۔ اور تمام شکر اسی سے تیار ہوتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں انگریزی ادویہ سے چارہ نہیں اور علاج حفظ صوت و جان و ازالہ مرض کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

پس ضرورت کے لئے اس کا استعمال جائز ہونا چاہیے حالانکہ قرآن مجید نے اس کو نجس قرار دیا ہے اور اس سے بالکل الگ رہنے (اجتناب) کا حکم دیا ہے، پنا تو کب اس کا چھونا بھی جائز نہیں، اس زمانہ روح الحمز (اسپرٹ) سے بارود بنتا ہے۔ اگر کوئی کارخانہ بارود بنانے کا نہ ہو اور نہ استعمال کی اجازت ہو تو اس صورت میں جہاد کا سلسلہ خراب ہو جاتا ہے جس سے کفار کے تغلب کا خطرہ ہے۔ پس اس ضرورت کے لئے اسپرٹ کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے اور اسپرٹ کے خریدنے کی بھی اجازت لازمی ہے۔ اگر آپ اس کو جائز قرار دیں گے تو قرآنی حکم کی تخصیص مانتے ہوئے اس کو عموم کو وقتی ماننا پڑے گا۔ اگر اجازت نہ دیں گے تو جو حشر اس وقت پاکستان کا ہو گا اس کا وبال آپ کے سر پہ ہو گا۔

اگر آپ کہیں گے کہ ضرورت کے وقت تو رد و بدل ہو سکتا ہے۔ تو اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ قرآنی اور حدیثی حکم میں کوئی فرق نہیں، دونوں میں ضرورت کے وقت رد و بدل ہو سکتا ہے۔ پس اصل وجہ جس کی بنا پر ایک امر وقتی اور ایک امر دائمی بنتا ہے۔ وہ حالات اور اقتضات میں جو مختلف اوقات میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ اس قسم کا ہو کہ ہر زمانہ کے اقتضات کے ساتھ ساتھ حل سکے تو وہ دائمی ہے ورنہ

وقت۔ مگر انسانی بصیرت چونکہ اتنی کامل نہیں کہ ہر مسئلہ میں حالات اور اقدسات کو پورے طور پر سمجھ سکے اس لئے شریعت کے الفاظ کی اتباع کرنی پڑتی ہے ویسے تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں خواہ منوع ہی ہو جس پر عمل کرنا ناممکن ہو صرف اتنا فرق ہے کہ ایک مسئلہ ایک زمانہ کے حالات کے ساتھ زیادہ مناسب ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے زمانہ کے ساتھ زیادہ مناسب ہوتا ہے صرف اس بنا پر کہ ایک حکم میں آسانی ہے اور دوسرا حکم مشکل ہے۔ ایک حکم کو ترجیح نہیں ہوتی بلکہ اس میں ان فوائد کا لحاظ ہوتا ہے جو ان احکام پر مرتب ہوتے ہیں کبھی آسان حکم میں فوائد زیادہ ہوتے اور کبھی مشکل حکم میں جس میں فوائد زیادہ ہوں گے اس کو ترجیح ہوگی اور فوائد کے ساتھ ساتھ آسانی کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اگر آسانی کا فائدہ مشکل حکم کے فوائد سے زیادہ ہو تو آسان حکم کو ترجیح ہوگی پھر ان احکام میں قوموں کے مزاج کو بھی دخل ہوتا ہے۔ بعض قوموں کے لئے مشکل احکام کی ضرورت ہوتی ہے، ان سے ان کی اصلاح کی توقع ہوتی ہے۔ اور بعض قومیں آسان احکام سے بھی درست ہو جاتے ہیں۔ اور بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جس میں انسان کی فطرت کا لحاظ ہوتا ہے خواہ آسان ہوں یا مشکل پس ان تمام باتوں کا الگ الگ لحاظ کرنا ہوتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر قرآنی احکام میں بھی تخصیص و تنقیہ کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ (بقہ)

تیسری مثال صوم (روزے) کے متعلق قرآن کا حکم مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ جو تم میں سے روزے کا مہینہ پائے وہ اس مہینہ کے روزے رکھے۔ اور بعض مقامات اس قسم کے بھی ہیں جہاں ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ دو دو ماہ چھ چھ ماہ تک دن ہوتا ہے اب اس آیت پر وہاں کیسے عمل کرے پس لامحالہ ان کو اس حکم سے مستثنیٰ ماننا پڑے گا۔ نماز کے متعلق قرآن میں ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّامِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ (اسراء) جب سورج ڈھل جائے تو رات کے اندھیرے تک نماز قائم کر۔ اس آیت کے مطابق قطب شمالی کے قریب رہنے والا جب ایک ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ چھ ماہ کا دن ہو تو کیا کہے صرف ایک نماز ہی پڑھے۔ اور جہاں عشاء کا وقت نہ لے سورج غروب ہونے ہی عشاء کا وقت ہونے سے پہلے طلوع کرے وہاں عشاء کی نماز کا کیا کرے۔

جولائی ۱۹۷۲ء

قرآن مجید میں ہے نماز کے لئے وضو کرو اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو نہ اس کو وہاں پانی ملے، نہ مٹی تو کیا کرے۔ اگر اس کو نماز کی اجازت ہو تو قرآنی حکم میں رد و بدل ہوا یعنی بدوں وضو اور تیمم نماز پڑھی گئی۔ اگر اس کو نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو تو دوسرے حکم میں رد و بدل ہوا یعنی وقت پر نماز نہ پڑھی گئی۔ اگر کہیں کہ یہ ضرورت کی صورتیں ہیں اس لئے ان میں رد و بدل چاہیے۔ تو اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ حدیثی احکام میں ضرورت کے لئے رد و بدل جائز ہے :

جس طرح بعض قرآنی احکام بعض حالات اور اقتضات کی بنا پر تخصیص و تقیید قبول کرتے ہیں اور بعض قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح بعض حدیثی احکام میں زمانہ کے تقاضوں کے مطابق تخصیص و تقیید جائز ہے اور بعض ایسے ہیں جن میں رد و بدل نہیں ہوتا۔

وہ احکام جن میں رد و بدل نہیں ہوتا مندرجہ ذیل ہیں :-

اعتقادات - جزا و سزا، ثواب و عقاب - مناقب و فضائل - نکاح کے محرمت

وغیرہ وغیرہ

بہت سے احکام کا وقتی یا دائمی ہونا نفس الامری شئی ہے۔ لکھنے یا نہ لکھنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ احکام (جو قرآن کا بیان کہلاتے ہیں) قرآن کے علاوہ مقرر فرمائے اور کچھ احکام قرآن میں ذکر کئے۔ ایک میں بلحاظ نظم کے اعجاز رکھا جو کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں ہوا اور ایک میں بلحاظ حفاظت کے اعجاز رکھا۔ اس کی حفاظت کے ایسے اسباب پیدا کر دئے جو کسی دوسری شریعت کے لئے نہیں کئے۔ تاکہ ایسا خیال نہ آئے کہ شاید قرآن کی حفاظت مخصوص کتابت کی مرہون منت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بدوں خاص کتابت کے بھی شریعت کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جیسے حدیث کی حفاظت کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث کی بالکل کتب کتابت نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کی کتب کی نفی ہے جو بعد میں بصورت تدوین امت میں ظاہر ہوئی ورنہ نفس کتابت حدیث

تو آں حضرتؑ سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں صحابہ اور تابعین سے کتابت کا ثبوت تو تواتر سے ثابت ہے حضرت کریمؐ جو عبد اللہ بن عباس کے آندہ کردہ ہیں بہت سے صحابہ سے انہوں نے حدیثیں سنیں ان کے پاس کتابوں کا ایک گٹھ تھا۔ صفحہ ۱۸۶ ج ۹ الہدایہ والنبایہ

پھر ان حدیثی احکام کی فہرست بھی سن لیں جن میں تغیر و تبدل کا کوئی امکان نہیں اعتقادات میں۔ ایمان و اسلام احسان کی تفسیر۔ ان فرشتوں کے بدلنے کے اوقات جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ آں حضرتؑ کے پاس جبرائیل کا اصلی صورت میں آنا۔ وحی کی مختلف صورتوں کا بیان۔ قرآن کی بعض سورہوں کے نزول کے ساتھ ستر ہزار تک فرشتوں کی آمد کا ذکر۔ اصحاب احدود کا قصہ۔ بنی اسرائیل کے واقعات، تقدیر کی تفصیل جنت کے درجے اور اس کی مختلف نعمتوں کی تفصیل، دوزخ کی کچھ تفصیل اور اس کے درجات کا بیان۔ فضائل کی احادیث مناقب کی روایات علم اور علماء کی فضیلت عالم باعمل کا درجہ اور اس کی افضلیت۔

اخلاقی مسائل میں۔ مکارم اخلاق کا ذکر۔ اخلاقِ قبیحہ کا بیان۔ ان محرمات کا ذکر جن کی تفصیل قرآن میں نہیں خواہ ان کا تعلق نکاح سے ہو یا کھانے پینے سے ہو۔ مذکورہ بالا امور ہزاروں حدیثیں صحیح ہیں جن میں تخصیص و تنقید کی گنجائش نہیں یہ وہ حدیثیں ہیں جن میں عقلی طور پر رد و بدل کا احتمال نہیں نہ ان میں نسخے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور بعض امور ایسے ہیں جن میں بالکل نسخے کی گنجائش نہیں ہاں ان میں تنقید و تخصیص کی گنجائش ہے ان کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ اللہ کی عبادت کرنا ۲۔ طہارت ۳۔ ماتحتوں میں انصاف کرنا۔ (یعنی عدالت) ۴۔ خمیس اور گندی حرکات کے اثرات سے محفوظ رہنا۔ (یعنی ساحت) ان چیزوں میں بالکل رد و بدل نہیں ہوا مگر ان کی جزئیات میں تنقید و تخصیص کی گنجائش ہے۔ مثلاً نفس عبادت کا حکم بصورت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے، مگر ان کی تفصیلات میں اختلاف ہے اس اختلاف کی وجہ قرآن مجید ہے۔ ابتلا تباری ہے

لَئِنْ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرَعَةً وَمِنْهَا جُنًا هُمْ نَمُوتُ فِيهَا وَمِنْهَا جُنًا هُمْ نَمُوتُ فِيهَا وَمِنْهَا جُنًا هُمْ نَمُوتُ فِيهَا
 وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا يَكُونُ لَكُمُ الْفِكْرُ مِنْهَا شَيْءٌ ۚ وَلَئِنْ لَيْتَ لَكُمْ فِكْرًا مِمَّا آتَاكُم
 دیتا (یعنی ایک ہی شریعت شروع سے بنا دیتا) مگر ہر
 ہر زمانے میں مختلف شریعتیں اسلئے مقرر کیں کہ تم کو آزمائے (مائدہ)

یعنی پہلے اور شریعت تھی اب اور شریعت بھی اس سے مقصد ابتلاء اور امتحان ہے،
 یہ اختلاف جو شریعت میں واقع ہوا ہے اس سے دین مختلف نہیں ہوتا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ
 الَّذِي آوَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ ۚ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ ۚ
 وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَتَمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (شوری)
 اور جس کی ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو ہم نے وصیت کی اور جو تیری طرف وحی کی
 دین کو قائم کرو اور اس میں مختلف نہ ہو جاوے

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل دین میں اختلاف نہیں ہے

اختلاف شرائع کے اسباب

اس اختلاف کی اصل وجہ اگرچہ ابتلاء ہے۔ مگر اس کے اسباب کچھ اور بھی ہیں۔ قرآن مجید
 نے تحویل قبلہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور سورہ حج میں اختلاف شرائع کا ذکر کر کے بھی اس
 طرف کچھ توجہ دلائی ہے۔ صراط مستقیم کو اس سے تعبیر کیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم میں شریعتوں
 (یہودیت نصرانیت حنفیت کوئیے میں ان میں اصل دین اگرچہ ایک ہے۔ اصول سب میں
 برابر ہیں شرائع کے اختلاف کی وجہ امتحان کے علاوہ قواعد بھی ہیں جو قواعد مختلف ہیں،
 یہودیت میں یہودیوں کی مزاج کے مطابق احکام میں کچھ شدت ہے، اور بدن کی اصلاح
 کی طرف زیادہ توجہ ہے تفصیلات میں اس امر کا لحاظ ہے، عیسائیوں میں یہودیوں کے نقشب
 اور روحانیت سے بے التفاتی کی وجہ سے روح کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور جسم کے
 حقوق کی طرف التفات کم ہے، اور اسلام (جو حنفی مسلک کا ترجمان ہے) روح اور جسم
 دونوں کے حق اس طرح سمجھتے گئے ہیں کہ نہ روح کو جسم پر فوقیت ہے۔ نہ جسم کو

رُوح پر مزیت ہے۔ اس کے لئے چھوٹے چھوٹے کلیت ابھی ذکر کئے گئے ہیں جن پر احکام کی بنا ہے۔

پھر ملت ابراہیمی (جو ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آں حضرت تک چلی آتی تھی) اور اسلام میں صرف زمانی اختلاف ہے، اصول اور قواعد دونوں میں برابر ہیں۔

خلاصہ: سب انبیاء کی شرائع میں اصول و عقائد ایک ہیں یہودیت نصراہیت اور حنیفیت میں قواعد کا اختلاف ہے۔ حنیفیت اور اسلام میں صرف زمانی اختلاف ہے یہ ہر قسم کے اختلافات خواہ قواعد کے ہوں یا نہ مانہ کے اقتضات کے نبوت اور رسالت کے ذریعہ ہی طے پاتے ہیں، جب نبوت و رسالت ختم ہو گئی تو اب ہر طرح کے اختلافات ختم کر دئے گئے اب وہی زمانی اختلاف باقی رہ سکتا ہے جس کے متعلق شریعت نے گنجائش رکھی ہو خواہ وہ قرآنی مسئلہ میں ہو یا حدیثی مسئلہ میں۔ پس قرآن و حدیث کے احکام میں دوام اور وقتی ہونے کی بنیاد لکھنے یا نہ لکھنے کو قرار دیتا ہیا کہ مسکین حدیث کہتے ہیں رد و بدل کے اسباب سے ناواقفیت پر مبنی ہے جس قدر اختلافات زمانہ کے اقتضات اور حالات کی وجہ سے ہو سکتے ہیں اور ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ان سب کے لئے شریعت نے قواعد بیان کر دئے ہیں اور جن کو دائمی قرار دیا ہے وہ ایسے ہیں کہ ان کے رد و بدل کے لئے تقاضا وقت کا اس کے کمزور ہونے کی بنا پر لحاظ نہیں رکھا گیا با ان میں تقاضا مختلف ہی نہیں ہوتا پس ایسے حکام دائمی ہیں خواہ قرآن میں ہوں یا حدیث میں یہ کہنا کہ قرآنی احکام میں مختلف زمانوں میں اقتضات نہیں بدلتے اور حدیثی احکام میں بدلتے ہیں "ایک بے سوچی سمجھی بات ہے ایسی باتیں کرنے سے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ شریعت کے احکام، ان کے کلیات ان کی ترتیب اور ان میں رد و بدل کے قواعد سے ناواقف ہیں ان کو گمراہ کیا جائے۔"

